Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 32, Sr.No. 85, 2011, pp 17 - 48

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۲، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۱ء، شمارہ ۸۵

عصری قومی ذرائع ابلاغ اور تعلیمات اسلام
(ایک تجزیاتی مطالعہ)

ڈاکٹر شگفتہ بانو☆

Abstract:

Media, whether it is print media or electronic media, has changed the world into global village. No doubt we depend entirely on media for knowledge, information, entertainment, for burning issues of the world, etc. It plays the role of informer and it is also used as a weapon. So it can be called a constructer and destructor at the same time. So there should be some ethical values and limits for media's freedom. As we know there are some rules and regulations for media on International level. But they are not complete and balanced. Whereas Islam, like other all aspects of human life, presents a sound, well balanced, and justified code of laws for media. We find detailed instructions in Qur'an and Hadith about the responsibilities of media. There is sufficient matter to know what media should do and what should not do. In the present article we have tried to present Islamic concept of media, keeping in view the current role of media in the world generally and in Pakistan specially.

دور حاضر ذرائع ابلاغ کی حکمرانی کا دور ہے۔جغرافیائی حدوں سے آزاد ذرائع ابلاغ نے زندگی کا ہر شعبہ متاثر کیا ہے۔انہی کی فراہم کردہ معلومات واطلاعات کی بنا پر ہم اپنے گردوپیش

☆ پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، سلامت پورہ، لاہور

کے حالات و معاملات کے بارے میں رائے قائم کرتے ہیں، اقوام عالم کی ثقافتی، مذہبی، سیاسی، تہذیبی اور معاشرتی ترقی مؤثر ابلاغ ہی کی مرہون منت ہے صرف یہی نہیں اب تو قومیں جنگیں بھی اسلحہ کی بجائے ذرائع ابلاغ ہی سے لڑتی ہیں یہ لڑائی مد مقابل کی فکر، عمل اور قوتِ ارادی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے، قوم نظریاتی طور پر پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور روایتی جنگ سے قبل ہی سب کچھ ہار دیتی ہے۔

ابلاغ کا مفہوم:

ابلاغ کا مادہ "بَلَغَ" ہے۔ قرآن حکیم میں اس سے آنے والے لفظ سے کم و بیش مراد دوسرے تک بات پہنچانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **یَاأَیُّھَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِن رَّبِّکَ** (المائدہ ۵:۶۷) ترجمہ: اے رسول ﷺ جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اسی طرح سورہ یٰسین (۳۶:۱۷) اور سورہ الشوریٰ (۴۲:۴۸) میں بھی یہ لفظ اسی معنی و مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ حدیث مبارکہ میں بھی پیغام پہنچانے کے لیے آیا ہے: **اَ لا لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ من یَبْلُغُه اَنْ یَکُوْنُ اَوْعیٰ لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَه** (۱) ترجمہ: جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں کیونکہ کبھی یوں ہوتا ہے کہ پہنچانے والے سے وہ شخص زیادہ یاد رکھتا ہے جس کو پہنچائی جائے۔ مشہور لغت لسان العرب کے مطابق ابلاغ سے مراد پہنچانا ہے اسی سے لفظ تبلیغ ہے۔ **والابلاغ الایصال و کذلک التبلیغ** (۲) ابن حماد جوہری بھی تقریباً یہی مفہوم بیان کرتے ہیں (۳) اردو لغت میں ابلاغ کے معنی ہیں: (الف) بات، پیغام، خیالات، عقائد یا علوم وغیرہ دوسروں تک بھیجنے کا علم۔ (ب) تقریر، تحریر یا علامات و اشارات کے ذریعہ تبلیغ کرنا (۴) اصطلاح میں یہ اس علم یا ہنر کا نام ہے جس کے ذریعہ کوئی شخص کوئی اطلاع، خیال رویہ یا جذبہ کسی دوسرے شخص کو منتقل کرتا ہے (۵) دوسرے تک اپنے خیالات پہنچانے، ان پر اپنا مطلب واضح کرنے اور بات چیت کرنے کے عمل کو ابلاغ کہتے ہیں (۶)۔ انگریزی میں ابلاغ کے لیے Communication کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، یہ لاطینی زبان کے لفظ Communicare سے لیا گیا ہے جس کا مطلب ہے To Share اور To Make Common ہے یعنی جب ہم کسی کے ساتھ Commoness کی کوشش

کرتے ہیں، کسی خیال، رویہ یا اطلاع کے ضمن میں کسی دوسرے کی شرکت چاہتے ہیں تو یہ Communication کہلاتا ہے۔(۷)

> "The imparting, conveying or exchange of ideas, knowledge, informaiton."(۸)

اس عمل کے تین بنیادی اجزاء ہیں جن کے بغیر یہ مکمل نہیں ہوتا وہ ہیں پیغام، جس ذریعہ سے پیغام دیا جائے اور جس کو یہ وصول کروایا جائے:

> "Communication in its most general sense is a chain of events in which the significant link is message. The chain connects a source that originates and a destination that interpret the message.(۹)

مختصراً ابلاغ سے مراد کوئی خیال، علم، جذبہ، رویہ کسی بھی طریقہ سے دوسرے تک پہنچانا ہے۔

> "We communicate also by a gesture, a look or a picture, by written and printed language and in many ways .... Man's hand brain, eyes, ears and mouth are the chief organic means of communication.(۱۰)

جب یہ پیغام رسانی چند افراد کے درمیان ہو تو صرف ''ابلاغ (Communication) کہلائے گا لیکن اگر پیغام وصول کرنے والے بہت سے لوگ ہوں یا عوام الناس ہوں تو اس عمل کو ''ابلاغ عامہ'' (Mass Communication) کا نام دیا جاتا ہے (۱۱) اور جو ذرائع و وسائل اس ابلاغ کے لیے اختیار کئے جائیں گے وہ ذرائع ابلاغ (Mass Media) شمار ہوں گے۔

انسان نے تہذیب کے مختلف ادوار میں ابلاغ کے لیے مختلف ذرائع استعمال کئے یہ سلسلہ اشاروں، غاروں کی دیواروں، پتھروں اور مٹی کی تختیوں پر بنے خاکوں اور تصویروں، مورتیوں (بدھا کی ساری زندگی کی کہانی مورتیوں کی صورت میں عجائب گھروں کی زینت ہے) سے شروع ہو کر حروف اور الفاظ تک پہنچا اور پریس کی ایجاد نے ایک انقلاب برپا کر دیا تو ریڈیو، ٹی وی اور ٹیلی فون سیٹلائیٹ، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، موبائل فون اور دیگر الیکٹرونک آلات نے اسے بام عروج پر پہنچا دیا ہے اور یہ عمل روز بروز تیز تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ابلاغی نظریات:

ماہرین ابلاغیات کے مطابق اس وقت دنیا میں ابلاغ عامہ سے متعلق چار نظریات پائے جاتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ چونکہ معاشرہ کے سماجی، مذہبی، اقتصادی اور تہذیبی نظریات کے عکاس و ترجمان ہوتے ہیں اس لیے ہر معاشرہ نے اپنی ضرورت کے مطابق ان میں سے کسی ایک نظریہ ابلاغ کو اختیار کر لیا۔ ان میں شامل ہے آمرانہ ابلاغ کا نظریہ (Authoritarian Theory) اس کی ابتداء 1450ء میں ہوئی۔ اس کے تحت ابلاغ عامہ کا کام نہ صرف حکومت کی پالیسیوں کی حمایت کرنا تھا بلکہ یہاں کسی کو بھی حکومتی پالیسی کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ذرائع ابلاغ حکومت اور حکومتی نظام کے وفادار ہوتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ اور دیگر کئی ممالک میں جہاں آمریت اور بادشاہتیں قائم ہیں وہاں کسی نہ کسی صورت میں اب بھی اس نظریہ ابلاغ پر عمل ہوتا ہے۔ آزاد پسندی کا نظریہ (Libertarian Theory) یہ سترھویں صدی میں پیش کیا گیا اس نظریہ کے مطابق تمام ذرائع ابلاغ نگرانی سے آزاد ہیں۔ تمام افراد کو نشر و اشاعت کا حق حاصل ہے، کوئی بھی فرد، تنظیم یا ادارہ ذرائع ابلاغ کی ملکیت کا استحقاق رکھتا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ اس کے نمائندہ ملک ہیں۔ سماجی ذمہ داری کا نظریہ (Social Responsibility Theory) اس نظریہ کی رو سے آزادی بنیادی حق ہے لیکن یہ آزادی ذمہ داری سے مشروط ہوگی۔ یہ ذمہ داری زیادہ اخلاقی نوعیت کی ہوگی لیکن اس کے ساتھ ساتھ کوئی ایسا ادارہ بھی ہونا چاہیے کہ جو پریس کی نگرانی کرے آیا وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہا ہے یا نہیں۔ یہ نظریہ یقیناً بہت اچھا اور اسلام سے قریب تر بھی ہے لیکن وہ معاشرہ جہاں امتیاز خیر و شر نہ ہو لوگ بے مہار جانوروں کی طرح خواہشات و لذات کے پیچھے دوڑ رہے ہوں تو ایسا معاشرہ کس طرح نگرانی کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے۔ تیسری دنیا کے غریب اور ترقی پذیر ممالک میں عموماً یہی نظریہ رائج ہے جہاں ذرائع ابلاغ نہ تو مکمل آزاد ہیں اور نہ ہی کیمونسٹ نظام کی طرح براہِ راست حکومت کے کنٹرول میں۔ یہ حکومت اور نجی دونوں کی ملکیت میں ہیں، پریس کو کنٹرول کرنے کے لیے سنسر اور دیگر قوانین موجود ہیں۔ اس نظریہ کے نمائندہ ملکوں میں شامل ہے پاکستان، ایران، انڈونیشیا وغیرہ۔ روسی نظریہ ابلاغ (Soviet Theory) یہ اشتراکی نظریہ مارکس کے نظریات کی پیداوار ہے۔ اس میں ذرائع ابلاغ حکومت کے زیر اثر بلکہ زیر ملکیت ہوتے ہیں اور ان کی سختی سے نگرانی کی جاتی ہے۔ یہاں آزادی

تحریر و تقریر کا مطلب صرف ایسا عمل ہے جو اشتراکی نظام کے استحکام کے لیے ہو اور ریاست کے حق میں ہو۔ اس نظریہ کو سودیت یونین اور دیگر متعلقہ ریاستوں نے اختیار کیا۔ (۱۲)

اسلامی نظریہ ابلاغ:

اسلام کا اپنا ایک مخصوص اور منفرد ''ابلاغی نظریہ'' ہے جو مذکورہ بالا تمام نظریات سے قدیم، جامع اور متوازن ہے۔ اسلام میں ابلاغ کی اولین صورت تخلیق آدمؑ کے وقت رب کائنات اور فرشتوں کے درمیان ہونے والی بات چیت ہے۔ وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلاَئِکَةِ إِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْ الْأَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ۲:۳۰) ترجمہ: اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ حضرت آدمؑ کے بعد ابلاغ کے وارث اللہ کے حکم سے انبیاء و رسل سچی، مصدق اور موثق خبروں کے حامل اور مبلغ ٹھہرے اور پھر نبی آخرالزمان ﷺ کی یہ ذمہ داری قرار پائی کہ وہ لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ آپ ﷺ نے دستیاب وسائل کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک انقلاب برپا کر دیا جو یقیناً ایک معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے ''موثر ابلاغ'' کا بھی نتیجہ تھا۔ (۱۳) دعوت و تبلیغ اسلامی نظریہ کا امتیاز رہا ہے اسلام کے ظہور کے بعد قلیل مدت میں اس نظریہ کا تمام دنیا میں پھیل جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان مؤثر ابلاغ کے طریقوں سے واقف تھے۔

اسلام ایک نہایت سچا اور فطری نظریہ ابلاغ کا حامل ہے یہ اظہار خیال پر کوئی قدغن نہیں لگاتا تعمیری تنقید کا خیر مقدم کرتا ہے اسلامی تاریخ ایسی روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ عہد نبوی ﷺ آزادیٔ رائے کا سنہرا اور بے نظیر دور تھا۔ آپ ﷺ نے حریت فکر و خیال اور آزادی و اجتہاد کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی اور مبنی برحق رائے پر عمل درآمد میں کبھی پس و پیش نہیں کیا۔ جنگ اُحد میں آپ ﷺ نے اکثریت کی رائے پر مدینہ سے باہر نکل کر لڑائی کی حالانکہ آپ ﷺ ذاتی طور پر مدینہ کے اندر رہ کر جنگ کے حق میں تھے (۱۴)۔ جنگ خندق کے دوران آپ ﷺ نے بنو غطفان کو اتحادی فوجوں سے کاٹنے کے لیے انہیں مدینہ کی کھجوروں کی فصل کا ایک چوتھائی دینے کی پیش کش کی تو دو انصاری صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ اللہ کا حکم ہے یا آپ ﷺ کی رائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میری رائے ہے انہوں کہا ہمیں اپنی رائے کے اظہار کی آزادی ہے

خدا کی قسم ہم نے انہیں کفر و شرک کے دوران بھی ایک کھجور نہیں دی اور اب جبکہ ہم آپ ﷺ کی بدولت ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے ہیں تو انہیں ایک تہائی کھجور کیسے دے سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنی رائے واپس لے لی(۱۵)۔ خلفاء راشدین شوریٰ کے پابند تھے ان پر کھلے بندوں تنقید کی جاتی۔ حضرت عمرؓ نے حق مہر کی مقدار اپنے تیئں ۴۰۰ درہم مقرر کرنا چاہی تو ایک عورت نے برسرِ منبر ٹوک دیا کہ اے عمرؓ تمہیں کس نے یہ اختیار دیا ہے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ اگر سونے کا ڈھیر بھی انہیں دے چکو تو واپس نہ لو۔ آپؓ سمجھ گئے کہ اس عورت کی رائے زیادہ صائب اور قرآنی روح کے مطابق ہے چنانچہ آپؓ نے اپنا حکم واپس لے لیا۔(۱۶)

خیال رہے کہ اسلام کی عطا کردہ یہ آزادی شُتر بے مہار نہیں بلکہ اسلام ہر فرد، جماعت اور ادارے کو چند پابندیوں کے ساتھ یہ آزادی استعمال کرنے کا حق دیتا ہے اور یہ پابندیاں نہ ہوں انسانی معاشرہ درہم برہم ہو جائے، ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں امن و امان قائم رہے اخلاقی اقدار کو ٹھیس نہ پہنچے آزادی کا مطلب لاقانونیت نہیں ہوتا آزادی اپنے جلو میں کچھ حقوق لاتی ہے اور یہ ہمیشہ ذمہ داریوں سے عبارت ہوتی ہے(۱۷)۔ معاشرہ مکمل آزادی ابلاغ کا چہرہ مغرب میں دیکھ چکا ہے اس آزادی کا نتیجہ فسق و فجور کی اشاعت، عریانی و فحاشی کا چرچا، جھوٹے پروپیگنڈے کی بھرمار، لادینی نظریات کی اشاعت، اور آزادی کے نام پر دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح کرنا وغیرہ ہیں۔ اسی نام نہاد آزادی اور روشن خیالی کا نتیجہ ملعون سلمان رشدی کی Satanic Verses بنگلا دیشی خاتون تسلیمہ نسرین کا ناول ''لجا'' اور ڈنمارک میں شائع ہونے والے کارٹون ہیں یقیناً یہ سب آزادئ فکر کے نام پر شیطانی کام ہیں۔ بقول علامہ اقبال:

فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

ماضی بھی گواہ ہے کہ اگر فکر و عمل کی آزادی اعلیٰ مقاصد کے تابع نہ ہو تو مردِ حر، فرعون، نمرود اور شداد بن جاتا ہے یا پھر چنگیز خان اور ہلاکو خان بننے کی کوشش کرتا ہے(۱۸)۔ اسلام ذرائع ابلاغ کی آزادی کو مذکورہ بالا مغربی طور طریقوں کی مانند بے لگام نہیں چھوڑتا بلکہ اسلامی ریاست ابلاغ عامہ کے ذرائع و وسائل کو اعلیٰ مقاصد کے تابع رکھتی ہے۔

اسلامی نظریہ ابلاغ مقصدیت کے تابع:

ابلاغ خواہ کسی بھی شکل میں ہو وہ ایک مقصد اور پیغام رکھتا ہے اور چند متعین مقاصد کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے اسلام کا نظریہ ابلاغ بھی خاص مقاصد کا حامل ہے جنہیں اپنے مخصوص دائرہ کار میں رہتے ہوئے پورا کرنا اسلامی ریاست کا فرض اولین ہے۔ اس کے متعینہ مقاصد میں شامل ہے۔ پیغام الٰہی کو عام کرنا، پاکیزہ معاشرہ کا قیام، بامقصد اور صاف ستھری تفریح مہیا کرنا، معاشرتی و تہذیبی اقدار کی حفاظت، اخلاقی اقدار کے تابع ہونا۔ ان متعین مقاصد کو مدّ نظر رکھتے ہوئے پاکستان کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں کہ ان پر عمل درآمد کی کیا صورت حال ہے؟

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے ضروری ہے کہ ہمارے ابلاغ عامہ اسلامی اصولوں کے مطابق انہی مقاصد اور اقدار کے تحت ہوں جنہیں اسلام ہمارے لیے مقرر کرتا ہے لیکن افسوس ہمارے ذرائع ابلاغ ہیں تو بڑی حد تک آزاد لیکن ہماری دینی اور قومی اہداف و مقاصد غیر متعین ہیں۔ قومی امنگوں اور آرزوؤں کی روشنی میں کوئی جامع میڈیا پالیسی متعین کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی گئی، ایک مقالہ نگار کے مطابق ''ملک میں قومی مقاصد کے حصول کے لیے سرگرمی سے جدوجہد کرنے کا جذبہ کہیں مستحکم نظر نہیں آتا نہ تمام ذرائع ابلاغ عامہ کو قومی مقاصد کے حصول کے لیے ایک خاص اور مقررہ نہج پر لگانے کی سعی کی گئی ہے اس صورت حال میں ہمارے تمام ذرائع ابلاغ میں انارکی کی صورت نظر آتی ہے۔ ایک پروگرام یا مضمون سامعین کو ایک سمت میں لے جاتا ہے تو کوئی دوسرا پروگرام دوسری سمت میں۔''(۱۹) جناب فہمی النجار عرب ذرائع ابلاغ کے حوالہ سے لکھتے ہیں جو کہ ہو بہو ہمارے ہی ذرائع ابلاغ کی تصویر کشی ہے کہ ذرائع ابلاغ بالکل بے مقصد اور قطعاً غیر مربوط ہیں اُن کے پیش نظر نہ کوئی خاص نظریہ ہے اور نہ کوئی لائحہ عمل...... اس بے مقصدیت نے انہیں شب تاریک میں لکڑیاں چننے کا عمل بنا کر رکھ دیا ہے۔(۲۰)

مختصراً ہمارے قومی اہداف و مقاصد (جو کہ دینی اور مذہبی بھی ہیں) اب تک غیر متعین ہیں جو اسلام سے بھی دور ہیں اور قومی منزل سے بھی، ہمارے نظریات اغیار کے ہیں اور تعبیرات بھی پرائی۔ ''پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اس کا اساسی نظریہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ایک منفرد سانچے میں ڈھالنے کا متقاضی ہے لہٰذا اس نظریہ سے وفاداری اور وابستگی یہ تقاضہ کرتی ہے کہ ابلاغ

عامہ کے ذرائع اس مقصد کی تکمیل کے لیے کام کریں جو ہمارے نظریہ حیات کی بنیاد ہے۔ ابلاغ کی صورت کوئی بھی ہو اس کا محور وہی بنیادی مقصد ہو(۲۱)۔ ابلاغ کی اہمیت کا اندازہ پاکستان بنانے والوں کو اس کے قیام سے قبل ہی ہو گیا تھا کیونکہ پریس کی زیادہ تر قوت ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی مسلمان اپنے خیالات و جذبات کے لیے وہاں کوئی جگہ نہ پاتے تھے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ۱۹۴۱ء میں قائداعظم نے ہفت روزہ ''ڈان'' کی بنیاد رکھی۔ ڈان نے مسلم مؤقف کی تشہیر، پاکستان کے تصور اور مسلمانوں کے اندر قومیت کا احساس بیدار کر کے انہیں ایک تاریخی جدوجہد کے لیے تیار کرنے میں اہم کردار ادا کیا(۲۲) قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کی باری آئی تو ہمارے ملکی ابلاغ عامہ کے ذرائع وہ کردار ادا نہ کر سکے جو کہ ایک مسلم ریاست کا تقاضہ تھا۔ ہمارے ذرائع ابلاغ کے مقاصد اور اہداف کی بنیاد ملک عزیز کی نظریاتی و جغرافیائی حدوں کی حفاظت ہونی چاہیے تھی جو کہ استحکام پاکستان کی ضمانت ہے۔حق یہ ہے کہ ملکی مفاد، سالمیت اور دین کے مسلمات کے خلاف کسی بھی خبر یا علم کی تشہیر نہ کی جائے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے لیے حب الوطنی، قومی یک جہتی و سلامتی، مفاد عامہ، عدل و انصاف، مذہب، قوم ایسے مقدس ہیں کہ وہ ان کے خلاف کوئی بات منظر عام پر لانا پسند نہیں کرتے مثلاً ''حب الوطنی امریکی ذرائع ابلاغ کا جزو ایمان ہے وہ حب الوطنی کے فروغ اور اس کے دفاع میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اگر کسی شخص پر غداری کا الزام عائد ہو جائے تو پوری کوشش کی جاتی ہے کہ اس کی حمایت میں ایک لفظ تک شائع نہ ہو، اس شخص کو ایک لیڈر یا انفرادیت پسند انسان ثابت نہ کریں اور ہر حال میں اسے زیر بحث متنازعہ آدمی کی حیثیت سے پیش کریں(۲۳) اور ہمارا یہ عالم ہے کہ ہم فکری انتشار کا شکار ہیں۔ متعصبانہ افکار، قومی پرچم کی بے حرمتی، قومی زبان کو تسلیم کرنے سے انکار، جذبہ حب الوطنی کی عملی نفی سب کچھ میڈیا پر کھلے عام نشر کیا جاتا ہے۔حالانکہ قومی ذرائع ابلاغ کو یہ چاہیے کہ قومی یک جہتی، ملکی سلامتی و استحکام، معاشرتی ہم آہنگی کی اور حب الوطنی کے فروغ کے لیے کم از کم وہ لائحہ عمل تو اپنائے جو آزاد جمہوری ملکوں کا ہے جیسے امریکہ جو انسانی حقوق کا علمبردار ہے، شہری آزادیوں کا پُرزور حامی، انفرادی آزادی، فکر و اظہار اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ذرائع ابلاغ سے وابستہ تمام افراد کے مابین یہ غیر تحریری سمجھوتہ ہے کہ وہ ایسے واقعات و خیالات شائع نہیں کریں گے جو لوگوں کے مسلمہ عقائد و تصورات اور اہم ملکی و قومی ضرورتوں کے منافی ہوں(۲۴) ضروری ہے کہ افرادِ قوم کا

ملک کے اساسی نظریہ پر غیر متزلزل یقین ہو، سب دل سے تسلیم کریں کہ ہم سب کی بقا پاکستان سے وابستہ ہے اور پاکستان کی بقا اس کے اساسی نظریہ کے استحکام اور فروغ میں مضمر ہے۔ قومی یک جہتی کا مطلب یہ نہیں کہ ملکی اور قومی معاملات کے بارے میں اختلاف رائے موجود ہی نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ قومی مسلمات کے بارے میں مکمل اتفاق رائے موجود ہو۔ (۲۵)

اسلامی نظریہ ابلاغ کا ایک اہم مقصد پاکیزہ اور صالح معاشرہ کا قیام ہے۔ اسلامی معاشرہ میں ابلاغ عامہ کے ذرائع اس امر کے پابند ہیں کہ صالح معاشرہ کے قیام کے لیے ریاست کی معاونت کریں اور غلط کاموں پر اس کا احتساب و گرفت بھی۔ اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا اصل کام یہ ہے کہ اللہ کی سرزمین میں اس کے عطا کردہ اختیارات و وسائل سے اس قدر اصول عقیدہ، روایت اور طرزِ عمل کو فروغ دیں جسے خدا نے خیر اور سچائی قرار دیا ہے اور ہر برائی کو مٹانے پر تُل جائیں جسے وہ جھوٹے اور شر قرار دیتا ہے لہٰذا مسلم پریس کے تعاون اور اختلاف کی بنیاد یہی ہے'' (۲۶)۔ پاکیزہ معاشرہ کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ خیر کو پھیلائیں اور برائی کو روکیں شرعی اصطلاح میں اسی کا نام ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' ہے۔ اس عظیم الشان فریضہ کی بجا آوری تمام انبیاءؑ کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں شامل رہی ہے اور اسلام کے ابلاغیات کی بنیادی پالیسی بھی اس حکم کے تابع رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تنزل کے اسباب میں سے ایک یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ برائی سے منع نہیں کرتے تھے۔ (المائدہ۵:۷۹) مسلمانوں کو ''امۃ الخیر'' کا لقب اسی فریضہ کی بنا پر عطا کیا گیا ہے کہ وہ اچھائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ ''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ'' (آل عمران۳:۱۱۰) ترجمہ: تم بہترین امت ہو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔ اسلامی زندگی میں اس فرض کی اہمیت اس قدر ہے کہ اگر اس سے غفلت برتی جائے لوگ نہ اس کا علم حاصل کریں اور نہ اسے عملی حقیقت دیں تو نبوت کے مقاصد ہی فوت ہو جائیں، دین کی بنیادیں کمزور پڑ جائیں معاشرہ کی رگوں میں سستی، گمراہی، جہالت اور بگاڑ پھیل جائے، ملک کا قانون لاقانونیت اور انارکی کے سامنے بے بس ہو جائے اور اللہ کے بندے ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں۔ (۲۷) اسلام نے ذرائع ابلاغ کے حوالہ سے یہ طے کر دیا ہے کہ صرف خیر و معروف کو پھیلایا جائے۔ شر اور تعصب کی نشر و اشاعت سے گریز کیا جائے۔

اسلام کے نظریہ ابلاغ کا ایک نمایاں پہلو اس کی تہذیبی، ثقافتی اور معاشرتی اقدار بھی ہیں۔ پاکستان کے قیام کی ایک وجہ مسلمانوں کی اپنی مخصوص تہذیب وثقافت کی حفاظت بھی تھی۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں: اگر ہمارے دلوں میں اپنی ثقافت کے لیے جذبہ موجزن نہ ہوتا تو ہم ہندوستان کی تہذیب میں جذب ہونے کے لیے تیار ہوتے اور اپنی انفرادیت قائم کرنے کے لیے ان تمام مصائب کا مقابلہ نہ کرتے جو ہمیں حصول پاکستان کی راہ میں پیش آئیں (۲۸) لیکن صورت حال یہ ہے کہ زمانہ کی دوڑ میں ہم بیرونی ثقافتی یلغار کا شکار ہو چکے ہیں۔ یہ فکری محکومیت اور ذہنی مرعوبیت کا مظہر ہے، بلاشبہ کسی قوم کی محض سیاسی غلامی اس قدر تباہ کن نہیں ہوتی جتنی کہ ذہنی غلامی، یہ قوم کو تباہ کرتی رہتی ہے جب تک قوم اس کے شکنجہ میں رہتی ہے چاہے سیاسی طور پر وہ قوم آزاد ہی کیوں نہ ہو(۲۹) مغربی و ہندوستانی ثقافت ہمارے عقائد، طور اطوار، لباس، زبان، تہذیب وتمدن پر اثر انداز ہو رہی ہے اور ہمارے ذرائع ابلاغ خود ہی اس کی ترسیل کا ذریعہ بن چکے ہیں۔ اسی کے لیے اقبال نے کہا ہے:

روشِ مغربی ہے مدّ نظر
وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ

پاکستانی قوم کے مقابلہ میں دیگر سب قومیں اپنے افکار ونظریات کا پرچار کرتی ہیں۔ فحاشی وعریانی مغربی تہذیب کا خاصہ ہے تو ہندوستانی ہر ڈرامہ کارٹون اور فلم میں اپنے مذہب، تاریخ، ثقافت کو پوجا پاٹ مہابھارت کے اشعار وکردار کو اجاگر کرتے ہیں لیکن پاکستانی تہذیب کی عکاسی کرتے ہوئے کہیں غزوۂ بدر کے جاںنثاروں کا تذکرہ نہیں ملتا۔ صحابہ کرامؓ کا کردار، جاںنثاری و وفاداری کہیں نظر نہیں آتی۔ ہمارے قومی ہیروز کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہوتا۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے دوسروں کی اندھی تقلید سے منع فرمایا ہے کہ ہر بات کی پیروی نہ کرو اگر لوگ کسی بات کو اچھا سمجھیں تو تم بھی اچھا کہو برا کہیں تو تم بھی بُرا کہو بلکہ اپنے نفوس میں خیر کو جاگزیں کرلو اگر لوگ اچھا کہیں تو تم کہو اچھا کیا اور اگر نہیں تو تم کہو ظلم کیا۔(۳۰)

ابلاغ عامہ کے بنیادی فرائض اور اسلامی اخلاقی اقدار:

اسلامی تصور ابلاغ میں اخلاقی قدروں اور اصول ومبادی کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے

دیگر تمام امور ان کے تابع ہیں۔ مادی اور سائنسی ترقی کے باعث ذرائع ابلاغ کے نام اور صورت تبدیل ہوتی رہتی ہے لیکن ابدی و آفاقی بنیادی انسانی اصول اور اخلاقی اقدار کبھی نہیں بدلی ہیں:

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری ہے قصہ قدیم و جدید اقبالؔ

ان اسلامی ابلاغی اخلاقیات کا تقابلی جائزہ ابلاغ عامہ کے بنیادی فرائض کے تحت لیتے ہیں۔ ابلاغ عامہ کے تین بنیادی فرائض ہیں: خبریں اور معلومات فراہم کرنا، تفریح مہیا کرنا اور شعور و آگہی دینا

"There are three basic functions of mass media, they are providing news, informatins, entertainment and education."(۳۱)

ا۔ خبر و اطلاع دینا:

ابلاغ عامہ کے ذرائع کا بنیادی فریضہ عوام الناس کو دنیا کے واقعات کی تازہ ترین اور صحیح خبریں پہنچانا ہے۔ خبروں کی ترسیل کے حوالہ سے اسلام نے تفصیلی اخلاقی احکامات دیئے ہیں اس میں شامل ہے:

i۔ خبر صداقت پر مبنی ہو: اسلام میں ابلاغ کی بنیاد صرف اور صرف سچ ہے اور سچ بھی اس یقین اور اعتماد والا جس کو جھٹلانا ممکن نہیں۔ ارشار باری تعالیٰ ہے: وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُواْ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (الانعام۶:۱۵۲) ترجمہ: اور جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو گو وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ جصاص فرماتے ہیں کہ اس میں شامل ہے کہ جب کوئی ایک بات کی خبر دے اور دوسرے تک پہنچائے تو اس کا یہ عمل صداقت اور انصاف پر مبنی ہو۔(۳۲) صدق صفات ربانی میں سب سے بڑی صفت ہے اور رسول چونکہ خدا ہی سے علم پاتے ہیں اس لیے وہ بھی سچے ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام کے حکم، دعوے، دلائل اور عمل سچائی پر مبنی ہوتے ہیں اور نعوذ باللہ ایسا نہ ہو تو ان کی نبوت کی عمارت قائم ہی نہ رہ سکے نبی آخری الزمان حضرت محمد ﷺ نے بھی ابلاغ کے لیے اپنی صداقت و امانت کو دلیل بنا کر فرمایا تھا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے تو کیا تم میرا یقین کر لو گے؟ تو انہوں نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں! کیونکہ ہم نے آپ ﷺ

کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو کفار نے آپ ﷺ کو مجنوں، ساحر، شاعر غرض بہت کچھ کہا لیکن کاذب اور دروغ گو نہ کہہ سکے (۳۳)۔ اسلام کے تصور ابلاغ میں خبروں کا مبنی بر سچ ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کا تعلق براہ راست حقوق العباد سے ہے۔ کسی گروہ یا فرد کے بارے میں غلط اور جھوٹی خبر کی اشاعت ان کی بدنامی کا باعث ہو سکتی ہے۔ زندگی اور کیریر داؤ پر لگ سکتا ہے اس لیے اسلام صحت خبر کے معاملہ کو بہت اہمیت دیتا ہے صرف سچائی پر مبنی خبریں اور معلومات دوسروں تک پہنچانی چاہییں یہ اسلامی ذرائع ابلاغ کا بنیادی اخلاقی فریضہ ہے۔ ابلاغ کے حوالہ سے سچائی صرف یہی نہیں کہ سچ بولا جائے بلکہ اس کا عموم ہر سچائی تک وسیع ہے ضروری ہے کہ ہر سچی بات پیش کی جائے، ہر سچی بات قبول کی جائے اور ہر سچ کا ساتھ دیا جائے۔ حق وصداقت کو چھپانا گناہ ہے جب بھی کسی قوم کے علماء، راہنما، دانشور اور اہل قلم جزوی یا کلی طور پر حق چھپانے لگتے ہیں تو لوگ گمراہ ہو کر غلط راہوں پر چل پڑتے ہیں نظریات واعتقادات میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں نتیجتاً نہ اتحاد واتفاق رہتا ہے اور نہ ہم آہنگی و یک جہتی، عدل و انصاف کی قدر و قیمت جاتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو چھپانا قوموں کی ضلالت، محرومی و نامرادی کا باعث قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَـٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (البقرہ۲:۱۵۹) ترجمہ: جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں چھپاتے ہیں باوجود کہ ہم نے ان لوگوں کے لیے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے ایسوں پر خدا اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اسلام ذرائع ابلاغ کو ایسا سچ پیش کرنے کی ہدایت کرتا ہے جو خالص ہو جس میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو۔ قرآن حکیم میں یہودیوں کی اس فطرت بد کا تذکرہ ہے کہ ان کی یہ عادت تھی کہ وہ حق کو باطل کا رنگ دے کر پیش کرتے تھے اور سچ کو چھپاتے تھے حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ معاشرہ کے اندر فکر، انتشار ہو مسلمانوں کے دلوں میں مشکوک وشبہات کا ایک طوفان کھڑا ہو جائے (۳۴) ان کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ۲:۴۲) ترجمہ: حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے

ہوئے مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حق بات کو غلط باتوں کے ساتھ گڈمڈ کر کے اس طرح پیش کرنا جس سے مخاطب مغالطہ میں پڑ جائے جائز نہیں اس طرح کسی خوف یا طمع کی وجہ سے حق بات چھپانا بھی حرام ہے۔(۳۵)

اس اصول کی روشنی میں ضروری ہے انٹرویوز کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کیا جائے۔ شخصی بیانات کی قطع و برید ایسے نہ کی جائے کہ ان کے معنی میں زمین و آسمان کا بُعد پیدا ہو جائے بلکہ تمام اطلاعات سچ اور واضح انداز میں پیش کی جائیں آپ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کو ایک بات سنائے وہ تجھے اس بات میں سچا سمجھے اور تو اس میں جھوٹا ہو(۳۶) خبروں کی صداقت کا ہی تقاضہ ہے کہ کسی بے گناہ پر بہتان نہ باندھا جائے، بہتان سے مراد ہے جس میں جو برائی نہیں اس کی نسبت اُس کی طرف کرنا، جان بوجھ کر کسی کو مجرم ٹھہرانا، اس کی طرف کوئی نا کردہ گناہ یا برائی منسوب کرنا یہ بھی ایک طرح کا جھوٹ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے: وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ (بنی اسرائیل ۱۷:۳۶) ترجمہ: جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔

بلاشبہ سب سے بڑی اختراع یہ ہے کہ ایک شخص اپنی آنکھوں سے وہ چیز دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھی (۳۷)۔ بہتان طرازی تو کسی کافر پر بھی جائز نہیں تو ایک مسلمان پر یہ کیسے کی جا سکتی ہے۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ جو واقعہ کسی شخص کی مذمت اور معائب پر مشتمل ہو اسے اس وقت تک شائع نہ کیا جائے جب تک حجت شرعیہ سے اس کا ثبوت نہ مل جائے کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا کسی کافر پر بھی جائز نہیں۔(۳۸)

ii) خبر کی تحقیق کرنا فرض ہے: اسلامی بلاغ کا ایک سرمدی اصول یہ ہے کہ کوئی خبر بغیر تحقیق آگے نہ پہنچائی جائے بلکہ غور وفکر اور جستجو کرے، درست نتیجہ پر پہنچا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات ۴۹:۶) ترجمہ: مومنو! اگر بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو اور پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔ ابوبکر جصاص کے مطابق اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ فاسق کی خبر کی تحقیق کرنا واجب ہے جب تک حقیقت حال پوری طرح واضح نہ ہو جائے اس پر عمل کرنا ممنوع ہے(۳۹)۔

اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول اگرچہ ایک خاص واقعہ ہے لیکن اپنے حکم کے اعتبار سے یہ عام ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ جدید سوسائٹی میں خبروں کے بارے میں کیا پالیسی ہوگی؟ خبر سُن کر ایک آدمی کا ردِعمل کیا ہونا چاہیے؟ خبر قائد کے پاس جانی چاہیے؟ ہر خبر کی تحقیق و تفتیش ہونی چاہیے(۴۰)۔ بلاتحقیق بات آگے پہنچانے کی مذمت نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمائی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے ''آدمی کو گناہ کے لیے کافی ہے کہ جو سنے اس کو کہہ دے'' (۴۱) بلاتحقیق بات پھیلانے کا دوسرا نام ''افواہ طرازی'' بھی ہے۔ افواہوں اور دروغ گوئی کے فروغ سے معاشرہ کمزور اور کھوکھلا ہو جاتا ہے اس لیے اسلام افواہیں پھیلانے اور ان پر بلاتحقیق یقین کرنے سے منع فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جب اُن کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو اپنے پیغمبر یا سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔'' (سورہ النساء(۴)، آیت ۸۳) مفسرین کرام اس آیت مبارکہ کی مختلف توجیہات بیان کرتے ہیں لیکن درحقیقت قرآن کی یہ ابدی تعلیم منہ درمنہ بات پھیلانے کی مذمت کرتی ہے اور لوگوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ یہ لوگ امن وخوف کی خبریں رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کرتے یا عدم موجودگی رسول ﷺ میں اسے ذمہ داران صحابہؓ تک پہنچاتے تاکہ وہ ان کی حقیقت کی تحقیق کر لیتے اور متضاد خبروں کے درمیان سے حقیقت کو اخذ کر لیتے (۴۲)۔ اس آیت حکیمانہ سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کے تحت ذرائع ابلاغ کا یہ فرض بنتا ہے کہ ٹھیک ٹھیک صورت حال سے عوام کو مطلع کیا جائے۔ معاملات کی صحیح اور سچی تصویر پیش کی جائے نہ کہ اُن کو الجھا کر سیاست اور تجارت کی جائے۔ بنیادی طور پر معاملات کی درست تصویر کشی کرنا سربراہ حکومت کا کام نبی اکرم ﷺ حکمران ہونے کے ناطے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کا خود نوٹس لیا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ اہل مدینہ کو دشمن کا خوف محسوس ہوا تو آپ ﷺ ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے واپس آئے اور فرمایا میں نے خوف کی کوئی بات نہیں دیکھی اور اس گھوڑے کو تو ہم نے دریا پایا (۴۳) جب کوئی قضیہ پیش آتا یا کوئی افواہ ہوتی الصلوۃ الجامعۃ کا اعلان ہوتا آپ ﷺ منبر پر تشریف لے جاتے اور حمد وثنا کے بعد اس قضیہ یا خبر کے متعلق پوری وضاحت فرماتے۔ آپ ﷺ نے افواہ پھیلانے کو شیطانی فعل قرار دیا ہے۔ اسلام نہ صرف خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیتا ہے بلکہ اس نے قرآن میں

ان وسائل وتحقیق کا ذکر بھی فرمایا دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولـٰئِکَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً (بنی اسرائیل ۱۷:۳۶) ترجمہ: جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے ضرور باز پُرس ہوگی۔ یہ تحقیق کا ایسا سائنسی اصول ہے جسے دنیا نے تو اب دریافت کیا ہے لیکن اسلام نے پندرہ سو سال قبل ہی آگاہ کر دیا تھا کہ بات یا علم تب ہی ثابت شدہ ہوگا جبکہ زبان سے گواہی دی جائے، آنکھوں سے دیکھا جائے، کانوں سے سنا جائے، محض قیافہ وگمان کی بنا پر کوئی حکم یا نتیجہ جاری نہ کیا جائے۔علامہ قتادہ فرماتے ہیں جو بات تم نے نہ سنی ہو اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے سنی ہے جو چیز تم نے نہ دیکھی ہو اس کے متعلق یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھی ہے اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے لیے یہ نہ کہو کہ مجھے علم ہے(۴۴)۔مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بے تحقیق کسی پر الزام لگایا اور بلاتحقیق کسی بات پر عمل کیا تو انسان کے یہ اعضاء خود شہادت دیں گے جو حشر کے میدان میں بے تحقیق الزام لگانے والے اور بے تحقیق باتوں پر عمل کرنے والے کے لیے بڑی رسوائی کا سبب بنے گا۔(۴۵)

صداقت اور تحقیق کے حوالہ سے خبر اور معلومات پہنچانے کا یہ عالم ہے کہ ذریعہ ابلاغ خواہ کوئی چینل یا اخبار ہو سب سے پہلے خبر دینے کی دوڑ میں شریک ہیں Breaking News نشر کرنے میں مد مقابل کو مات دینا چاہتے ہیں اس مقابلہ اور مسابقت میں خبر کی سچائی اور تحقیق پس منظر میں چلی جاتی ہے۔بغیر تحقیق کے خبروں کا فروغ انتشار، بے چینی، بداعتمادی اور بلاوجہ خوف و ہراس کا باعث بنتا ہے اور معاشرہ میں فتنہ پیدا ہوتا ہے۔اس کی تازہ ترین مثال امریکن ویب سائٹ ''وکی لیکس'' کے انکشافات ہیں جس نے ہمارے ملکی ماحول کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر بھی تعلقات میں بگاڑ پیدا کیا۔ابلاغ عامہ کے ذرائع میں جھوٹ کی ایک صورت پروپیگنڈہ بھی ہے۔کسی شخص کو بامِ شہرت پر پہنچانا ہو یا قعر مذلت میں دھکیلنا ہو، کسی جماعت یا تحریک کو قبولیت کی سند عطا کرنی ہو یا لوگوں کو اس سے متنفر کرنا، حکومت کی پالیسی کو کامیاب کرنا ہو یا ناکام، مختلف اقوام میں نفرت کے جذبات پیدا کرنا یا دوستی یہ اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔اس پروپیگنڈے کی ایک اہم صورت ذرائع ابلاغ پر پیش کی جانے والی Advertisments بھی ہیں۔مالی فوائد کے حصول کے لیے اشیاء کو خوبصورت بنا کر تمام خوبیوں کی ملمع کاری کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، مہنگی

مصنوعات کے اشتہارات لوگوں میں حرص و ہوس اور احساس محرومی پیدا کرتے ہیں۔ جناب فہمی النجار کے مطابق عملی دنیا میں تمام ذرائع ابلاغ دراصل ابلاغ ہی کے نہیں بلکہ پروپیگنڈے کے ذرائع بن چکے ہیں۔ جھوٹ کی نشر و اشاعت ان کا کام ہے، دھوکا دہی، فریب کاری اور عیاری ان کا طریقہ کار ہے۔(۴۶)

iii) خبر کے حصول کے لیے ذاتی حالات کی ٹوہ لگانا: اسلام دوسروں کے ذاتی معائب کی تحقیق و تفتیش جس کا نام تجسس اور ٹوہ لگانا ہے، سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ بغیر کسی شرعی عذر کے کسی دوسرے کی حالت و کیفیت کی جستجو کرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوا (الحجرات ۴۹:۱۲) اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے راز نہ ٹٹولو، ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو، دوسروں کے حالات اور معاملات کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو، یہ حرکت خواہ بدگمانی کی بنا پر کی جائے یا بدنیتی سے، کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر کی جائے یا محض اپنا استعجاب دور کرنے کے لیے کی جائے، ہر حال میں شرعاً ممنوع ہے(۴۷)۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے خطبہ میں تجسس کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ اے لوگو! جو زبان سے ایمان لے آئے ہو مگر ابھی تمہارے دلوں میں ایمان نہیں اترا مسلمانوں کے پوشیدہ حالات کی کھوج نہ لگایا کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے کے درپے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے درپے ہو جائے گا اور اللہ جس کے درپے ہو جائے اُسے اُس کے گھر میں رُسوا کر کے چھوڑتا ہے(۴۸)۔ تجسس کی ممانعت کا یہ حکم صرف افراد کے لیے ہی نہیں بلکہ اسلامی حکومت کے لیے بھی ہے کہ شریعت نے نھی عن المنکر کا جو فریضہ حکومت کے سپرد کیا ہے اس کا یہ تقاضہ نہیں کہ وہ جاسوسی کا ایک نظام قائم کر کے لوگوں کی چھپی ہوئی برائیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے اور ان پر سزا دے۔ بلکہ اسے صرف ان خرابیوں کے خلاف طاقت استعمال کرنی چاہیے جو ظاہر ہو جائیں رہی مخفی خرابیاں تو ان کی اصلاح کا راستہ جاسوسی نہیں بلکہ تعلیم، وعظ و تلقین، عوام کی اجتماعی تربیت اور ایک پاکیزہ معاشرتی ماحول پیدا کرنے کی کوشش ہے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: حکمران جب لوگوں کے اندر شبہات کے اسباب تلاش کرنے لگیں تو وہ ان کو بگاڑ کے رکھ دیتا ہے(۴۹)۔ اسلام نجی زندگی کا احترام کرتا ہے اور اس میں اس وقت تک کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں دیتا جب تک کہ اس کا تعلق مفاد عامہ سے نہ ہو چنانچہ اگر کسی شخص یا گروہ کے رویہ میں بگاڑ کی علامت نظر آئے،

جو معاشرہ کے لیے کوئی خطرہ ہو تو پھر ان مخصوص حالات میں تجسس اور ٹوہ کی اجازت دیتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ مسعودؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا لوگوں نے کہا اس کی داڑھی سے شراب ٹپکتی تھی آپؓ نے فرمایا ہم منع کئے گئے ہیں ٹوہ لگانے سے لیکن اگر کوئی بات کھل جائے تو ہم مؤاخذہ کریں گے(۵۰)۔ اسلام نہ صرف خود کو تجسس سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی روکنے کا حکم دیتا ہے، فرمایا: لَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا (۵۱) رجمہ: نہ آپ ٹوہ لگاؤ اور نہ دوسرے کو لگانے دو۔ حالات کی ٹوہ لگانے کی ممانعت میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ نجی اور خانگی معاملات کو اچھالنا ایک بڑی بداخلاقی ہے اور وجہ فساد بھی اس طریقہ اصلاح سے فتنہ وفساد کا دروازہ کھل جاتا ہے کوئی فرد اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں رہتا دوسری بات جو کہ ممانعت کی اصل حقیقت ہے وہ یہ کہ جو شخص گھر میں چھپ کر کوئی کام کرتا ہے اس کا اثر صرف اس کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے جماعت تک نہیں پہنچتا اس لیے جماعت کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ان احکام کی روشنی میں افراد کی نجی زندگی میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔صرف وہی امور پیش کرنے چاہیں جو پبلک لائف سے متعلق ہوں۔حکومتی حوالہ سے بھی جاسوسی کا جال پھیلانے، شہریوں کے پیچھے مخبر لگانے، لوگوں کے دفاتر اور گھروں میں جاسوسی آلات نصب کرنے، ٹیلی فون ٹیپ کرنے، خطوط سنسر کرنے اور خلوت گاہوں کی تصاویر اتروانے والے افعال کی اسلامی تعلیمات میں کہیں کوئی گنجائش نہیں سوائے اس صورت میں کہ اگر ملک وقوم کے مفاد و سالمیت کا کوئی معاملہ ہو تو پھر جاسوسی کی جاسکتی ہے۔

iv) جرائم کی خبروں کی تشہیر نہ کی جائے: دنیا کا ہر مذہب اور اخلاقی نظام برائی کو روکنے اور چھپانے کا حکم دیتا ہے خواہ یہ انفرادی ہو یا اجتماعی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے سوائے ان لوگوں کو جو گناہوں کو فاش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آدمی رات کو گناہ کا کام کرے پھر صبح ہو، پروردگار نے اس کا گناہ پوشیدہ رکھا ہو اور وہ دوسروں سے کہے اے فلاں میں نے رات کو ایسا ایسا گناہ کیا رات کو تو پروردگار نے اس کو چھپالیا اور رات بھر چھپاتا رہا اور صبح کو اس نے پردہ کھول دیا(۵۲)۔ سیرت طیبہ کے حوالہ سے صحیح بخاری میں بھی ایک وقعہ تفصیلاً بیان ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر ایک یہودی لبید بن اعصم نے جادو کیا آپ ﷺ جب اس کے اثرات سے آزاد ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اسے مشتہر

کیوں نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے شفا دی اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے کسی کے شر کو مشتہر کروں (۵۳)۔ اسلام ذرائع ابلاغ کو اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ اخلاقی و جنسی جرائم کی خبروں کو نمایاں اور ممتاز کر کے تفصیلاً شائع کیا جائے۔ خواتین و بچوں کے سکینڈل اچھالے جائیں۔ سنسنی پھیلائی جائے۔ جرائم کی خبروں کی اشاعت کے بہت سے منفی پہلو ہیں مثلاً مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے جرم کے نئے نئے طریقے سیکھ لیتے ہیں، عدالتوں سے بے گناہی کا فیصلہ ہونے سے قبل ہی مجرموں کی ایسی مشہوری ہوتی ہے کہ بے گناہ ہونے کے باوجود وہ دوبارہ معاشرتی بحالی کے قابل نہیں رہتے ہیں، ان کی مثال خواتین کے اغواء اور ان پر مجرمانہ حملوں کی اشاعت و تشہیر بھی ہے، جرائم کی خبریں عام ہونے سے عوام میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ مجرموں کی شہرت ناپختہ ذہنوں کے لیے ایک ہیرو کی سی ہوتی ہے، ڈکیتی اور سمگلنگ راتوں رات امیر بننے کی ترغیب دیتی ہے۔ جرائم کی خبروں کو نمایاں کرنے کے اگرچہ کچھ مثبت پہلو بھی ہیں جیسے کہ حکومتی اور قانون قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے متعلقہ قانونی ادارے کارروائی پر مجبور ہوتے ہیں، ہمارے ہاں بھی یہ چلن عام ہے کہ جب تک کسی مظلوم کی فریاد ابلاغ عامہ میں جگہ نہیں پاتی تو وہ انصاف سے محروم رہتا ہے اور جیسے ہی میڈیا اس کو ہائی لائٹ کرتا ہے حکومت کوئی ایکشن لینے پر مجبور ہو جاتی ہے، مجرموں کی سزا عبرت کا سامان بنتی ہے اور عوام بھی وارداتوں کے نت نئے طریقوں سے واقف ہوتے ہوئے اپنا تحفظ بہتر طور پر کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ (۵۴)

بہرحال اگر ان خبروں کی اشاعت ناگزیر ہو تو ان کو تعمیری و اصلاحی انداز میں پیش کیا جائے جرم کو کارنامہ اور مجرم کو بہادر یا ہیرو بنا کر پیش نہ کیا جائے۔ جنسی جرائم کی جزئیات پیش نہ کی جائیں، خواتین اور بچوں کے بارے میں خصوصاً احتیاط کی جائے کہ ان کے نام، تصاویر اور متعلقین کے نام شائع نہ کیے جائیں، ٹی وی چینلز پر لڑکی کی آبروریزی کی خبر چلتی ہے تو ساتھ پورے خاندان کی فلم کھائی جاتی ہے جس کا نتیجہ ہے کہ وہ لوگ معاشرہ میں منہ چھپاتے پھرتے ہیں، سخت اذیت پہنچانے والی واردات، جسمانی عذاب، دھماکوں میں ہلاک شدگان اور زخمیوں کی تصاویر بار بار دھرانا، وحشیانہ قتل (مثلاً معمر قذافی کی لاش کی بے حرمتی) کی اشاعت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مجرم کو ضرور بے نقاب کرنا چاہیے لیکن اس انداز میں کہ ملک و قوم کی عزت خراب نہ ہو معاشرہ میں

اور اقوام عالم میں اپنا تماشہ نہ بنے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی پاکستان کے حوالہ سے یہ سفارش کی کہ عدالتوں میں فیصلہ شدہ یا زیر سماعت مقدمات، اغواء، زنا، لواطت سے متعلق شواہد و واقعات و تفصیلات کو اخبارات و رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ شائع کرنے کی ممانعت ہونی چاہیے۔(۵۵)

۲۔تفریح مہیا کرنا:

دورِ حاضر میں ابلاغ عامہ کے ذرائع کا اہم ترین مقصود تفریح ہے۔تفریحی پروگراموں کی نسبت دیگر تمام پروگراموں سے زیادہ ہوتی ہے۔تفریح کا اسلامی تصور باعتبار مفہوم۔ وسائل اور مقاصد دیگر تمام تصورات تفریح سے مختلف ہے۔ افراط و تفریط کے اس دور میں ایک طرف مغربی تہذیب نے پوری زندگی کو کھیل کود بنا دیا ہے تو دوسری طرف بعض شدت پسندوں نے اس تصور کو فروغ دیا ہے کہ اسلام صرف اور صرف خوف وخشیت اور عبادت کا نام ہے جس میں اور تفریح کا کوئی گزر نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایسے بامقصد کھیل اور تفریح کی اجازت دیتا ہے جو انسان میں مختلف قسم کی مہارتیں پیدا کرے، اس سے سستی اور ملال کو دور کرے اس قسم کی تفریح نہ صرف اسلام میں جائز ہے بلکہ ایک حد تک مستحسن اور مطلوب بھی ہے۔تفریح ایک طبعی امر اور نفس انسانی کا ایک ضروری تقاضہ ہے کیونکہ تعب و تکان کے بعد ذہن اور جسم و جان کو راحت کی ضرورت ہوتی ہے۔تفریح سے عقل اور جسم از سرِ نو نشاط و تازگی حاصل کر لیتے ہیں۔صحابہ کرامؓ کی اس روایت میں اسی حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ’’قلوب کو وقتاً فوقتاً راحت پہنچایا کرو(۵۶) قلب تھک جاتے ہیں تو ان کی بصیرت کند ہو جاتی ہے۔اسلام میں تفریح کی اجازت ان امور سے مشروط ہے کہ اس کے پیش نظر ایک مقصد ہو، کسی کی دلآزادی نہ کی جائے، فحش نہ ہو، حلال وحرام کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے افراد کے لیے تفریح مہیا کرنی چاہیے تاکہ ان کی صلاحیتوں کو کُند اور ضائع ہونے سے بچایا جا سکے۔اسلام کے تصور ابلاغ کے تحت ضروری ہے کہ:

i۔تفریح بامقصد ہو: انسان اشرف المخلوقات ہے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اسے ایک مقصد حیات دے کر بھیجا ہے اس کی منزل یہ نہیں ہے کہ وہ کھیل تماشوں میں کھو جائے اور اپنی منزل کھوٹی کر لے۔ اسلام کا تصور تفریح محض رقت گزاری نہیں بلکہ اسلام نے تفریح کے لیے عملی، تربیتی، عسکری اور جسمانی صحت و ورزش کے مقاصد مدنظر رکھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر وہ امر جو اللہ

کی یاد سے خالی ہو وہ غفلت ہے یا بھول ماسوا چار باتوں کے: تیراندازی کے ہدف کے درمیان دوڑنا، گھوڑے کی تربیت کرنا، گھر والوں کے ساتھ خوش وقتی کرنا اور تیراکی سیکھنا(۵۷)۔حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا مقام حفیا سے مقام ثنیۃ الوداع تک(۵۸)۔ رسول اللہ ﷺ نے خود ابورکانہ کے ساتھ کشتی کی اور آپ ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا(۵۹)۔حلال جانوروں کا شکار ایک جانب تفریح ہے تو دوسری جانب تیزی سے پلٹنے اور جھپٹنے کی تربیت ہے، شاہسواری اور نشانہ کی مہارت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ دوڑ کے حوالے سے حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا اور آپ ﷺ سے آگے نکل گئی پھر جب میں ذرا فربہ ہوگئی تو پھر آپ ﷺ کے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ ﷺ آگے نکل گئے اور فرمایا یہ اُس کا بدلہ ہے(۶۰)۔آپ ﷺ تیراندازی سیکھنے کی ترغیب دلاتے تھے اس لیے فرمایا تیراندازی سیکھو(۶۱) اور اسے بہترین مشغلہ قرار دیا۔حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیراندازی سکھاؤ اور بیٹیوں کو سوت کاتنے کی تعلیم دو(۶۲)۔ یہ سب تفریح کے انداز اپنے اندر حکمتیں، مقاصد اور فوائد لئے ہوئے ہیں مثلاً اعصاب کی پختگی، جسم کی پھرتی، نظر کی تیزی، ہمت و جرات، مہارت اور بلند حوصلگی جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔اس کے مقابل ہمارا تصور تفریح بے مقصدیت کا شکار ہے۔اس کو قرآن نے ''لھوالحدیث'' کا نام دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيْلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (لقمان ۳۱:۶) ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض ایسا ہے جو بے ہودہ حکایتیں خریدتا ہے تاکہ بے سمجھے (لوگوں کو) خدا کے راستے سے گمراہ کرے اور اس سے استہزاء کرے، یہی وہ لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔اس آیت کریمہ کا ایک خاص پس منظر ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی دعوت کفار مکہ کی ساری رکاوٹوں کی کوششوں کے باوجود پھیلتی چلی جارہی تھی تو نضر بن حارث نے یہ حل نکالا کہ وہ عراق سے کچھ قصہ کہانیاں اور گانے والی لونڈیاں لایا اور قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنا شروع کردیں تاکہ لوگوں کی توجہ قرآن اور اسلام سے ہٹ جائے اور وہ ان کہانیوں میں کھوجائیں(۶۳) اس اصطلاح میں ''حدیث'' کے معنی تو باتوں اور قصہ کہانیوں کے ہیں اور ''لھو'' کے معنی غفلت میں پڑے ہونے کے ہیں۔ علامہ راغب لہو کا معنی لکھتے ہیں کہ: ترجمہ: جس چیز میں مشغولیت کی وجہ سے انسان اپنے مقصود سے غافل ہوجائے وہ لھو ہے(۶۴)۔علامہ قرطبی فرماتے ہیں ہر نکمی بات اور فضول فعل کو

کہتے ہیں جس میں گانا بجانا، راگ رنگ وغیرہ سب بے کار باتیں شامل ہیں(۶۵)۔ سید قطب شہید کے مطابق اس سے مراد وہ تفریحی اور دلچسپ کلام ہے جس سے محض وقت گزارنا مطلوب ہو کوئی اچھا اور مفید نتیجہ نہ نکلتا ہو نہ اس میں کوئی تعمیری بات ہو(۶۶)۔ جو چیزیں انسان کو غفلت میں ڈالتی ہیں وہ لھو کہلاتی ہیں بعض اوقات ایسے کاموں کو بھی لھو کہا جاتا ہے جن کا کوئی فائدہ اور مقصد نہ ہو محض وقت گزاری کا مشغلہ یا دل بہلانے کا سامان ہو(۶۷)۔ بہرحال انسان کو بُری اور بے ہودہ باتوں میں مشغول کرنا تاکہ وہ ہر اچھی چیز سے غافل ہو جائے زمانہ کی پرانی روش ہے اور اب یہ کام ذرائع ابلاغ نے سنبھال لیا ہے تفریحی پروگراموں کی بھرمار اور معیار نہایت پست ہوتا ہے۔ مقصدیت غائب ہے، تفریح برائے تفریح ہے برائے نصیحت نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری زندگی سراسر لہولعب بنتی جارہی ہے جو کہ اسلام کے تصورِ تفریح کے بالکل منافی ہے۔

ii) تفریح فحش نہ ہو: اسلام تفریح پسند کرتا ہے لیکن تفریح کے نام پر فحاشی پھیلانے کی اجازت ہرگز نہیں دیتا، فواحش پھیلانا دین نے حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَن تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِيْ الَّذِيْنَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور۲۴:۱۹)
ترجمہ: جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

علامہ جصاص لکھتے ہیں کہ بے شرمی کے کام خواہ وہ کھلے ہوں یا چھپے ہوئے، گناہ اور حق کے خلاف زیادتی فواحش ہے(۶۸)۔ امام غزالی کے نزدیک قبیح امور کو صریح الفاظ میں ذکر کرنا فحش گوئی ہے(۶۹)۔ مزید یہ کہ ہر ایسے برے فعل یا قول کو فحشاء کہا جاتا ہے جس کی برائی کھلی اور واضح ہو اور ہر شخص اس کو برا سمجھے(۷۰)۔ مختصراً فحش کا اطلاق ان تمام بے ہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہوں علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی اس میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فحاشی پھیلانے والے کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی خبر دیتے ہیں۔ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! اے عائشہؓ اللہ تعالیٰ فحش کام کرنے والے اور بے تکلف فحاشی پھیلانے والے کو...... ناپسند کرتا ہے(۷۱)۔ اشاعت فحش کی ممانعت میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اگر معاشرہ میں برائی سرِعام ہونے لگے تو اس کے خلاف مزاحمت کمزور پڑنے لگ جاتی ہے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ برائیوں کی اگر روک تھام نہ کی جائے تو ان برائیوں کی برائی

نہایت ہلکی ہو کر رہ جاتی ہے، لوگ اس کو ایک معمولی بات سمجھنے لگ جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ زہر اتنا پھیل جاتا ہے کہ ان برائیوں کا بُرا لگنا بھی مشکوک لگنے لگتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم کا اخلاقی مزاج فاسد ہو جاتا ہے۔(۷۲)

افسوس ہمارے ذرائع ابلاغ میں فحاشی کے خلاف احساس عنقا ہوتا جا رہا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں یہ نوبت کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اندازہ کرنے کے لیے ۲۰ سال پہلے کے میڈیا کا آج کے میڈیا سے موازنہ کر کے دیکھیے؟ اندازہ ہوگا کہ عریانی و فحاشی نے کسی رفتار سے ہمارے ماحول میں سرایت کیا ہے۔ ابلاغ عامہ کے ذرائع تجارتی منافع کی دوڑ میں تفریح کے نام پر عفت و اخلاق کو پامال کرتے ہیں۔ عریانی و فحاشی کے فروغ میں ہر کوئی دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں ہے، بے ہودہ فلمیں، نیم عریاں لباس اور اخلاق باختہ مکالمے نشریات کا حصہ ہیں۔ علم کے نام پر بچے کی پیدائش تک کے تمام مراحل عام ناظرین کو دکھائے جاتے ہیں، بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کی اصطلاحیں استعمال کی جاتی ہیں حالانکہ اسلامی نظریہ ابلاغ کے تحت تو یہ تمام ذرائع و وسائل شرم و حیا کے پاسبان ہوتے ہیں وہ ایسے مناظر پیش نہیں کرتے جنہیں دیکھ کر گھر کے افراد ایک دوسرے سے نظریں چرانے لگیں۔ فحاشی پھیلانے میں غیر ملکی چینلز اور مواد کا بھی ایک بڑا کردار ہے۔ فحاشی ان کی تہذیب کا حصہ تو ہو سکتا ہے ہماری کا نہیں۔ بے راہ روی پر اکسانے اور مسلمہ شرافت کے اصولوں کے منافی اور بچوں میں غیر صحت مند تفریح کو پروان چڑھانے والے پروگرام مسلسل چلتے ہیں، کیبل اپریٹرات گئے عریاں اور فحش فلمیں چلا دیتے ہیں حالانکہ یہ سب کچھ تو میڈیا کے اپنے اصول و ضوابط کے بھی خلاف ہے۔ ۱۹۹۰ء میں جب حکومت نے پرائیویٹ سیکٹر کو ریڈیو اور ٹی وی سٹیشن کے لیے لائسنس کا اجراء کیا تو یہ شرط رکھی گئی تھی کہ بے راہ روی پر اکسانے اور شرافت کے مسلمہ اصولوں کے منافی مواد شائع نہیں کیا جائے گا۔ ۲۰۰۲ء میں ابلاغ عامہ کی نگرانی کے لیے PEMRA کا ادارہ وجود میں آیا اس نے بھی غیر ملکی چینلز کے لیے اسی اصول کو دہرایا لیکن حقیقت کیا ہے؟ آیا کبھی کسی ملکی یا غیر ملکی چینل غیر اخلاقی مواد کی اشاعت کی وجہ سے پابندی لگی ہے؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہے۔ فحاشی کا رجحان ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ قوم و ملت میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ عذاب الٰہی کو دعوت بھی ہے۔

iii) تفریح دل آزاری کا باعث نہ ہو: اسلام میں تفریح کے نام پر کسی کی تضحیک کرنے، عزتِ نفس کو مجروح کرنے کی ممانعت ہے۔ اس طعن وتضحیک کی کوئی بھی صورت ہوسکتی ہے مثلاً دوسرے کا مذاق اڑانا، یہ محض زبان سے بھی ہوسکتا ہے اور کسی کی نقل اتار کر بھی، کسی کی بات، لباس، کام یا صورت پر ہنسنا، کسی عیب یا نقص کی طرف لوگوں کی توجہ دلانا، چوٹیں کرنا، پھبتیاں کسنا، الزام دھرنا، عیب چینی کرنا، کسی کو برے ناموں سے پکارنا، غرض ہر وہ کام جس سے کسی دوسرے کی مذمت اور تذلیل کا پہلو نکلتا ہو اسلام اس سے منع فرماتا ہے(۷۳)۔ قرآن حکیم کی سورہ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں تفصیل احکام عطا فرمائے ہیں: ترجمہ: مومنو! کوئی قوم کسی قوم کا تمسخر نہ کرے ممکن ہے وہ لوگ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں سے ممکن ہے وہ ان سے اچھی ہوں اور نہ عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھو ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ (الحجرات ۴۹:۱۱)

اسلام میں ہر انسان کی عزت و آبرو محترم ہے اس میں تو مسلم اور غیر مسلم کی بھی کوئی تفریق نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اس بنیادی انسانی حق کا اعلان فرما دیا تھا کہ ہر انسانی جان، مال اور آبرو اس شہر، مہینہ اور دن کی طرح محترم ہے(۷۴)۔ ناحق کسی کی پگڑی اچھالنے کی مذمت کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سب زیادتیوں سے زیادہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق عزت لی جائے(۷۵) اور اگر بات حق بھی ہو تو پھر بھی اس کو اس طرح تحقیر وتضحیک کے حوالہ سے پیش کرنا کہ دوسرے کی دل آزاری ہو اسلام میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ آپ ﷺ اس امر کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی بری خبر کسی حوالہ سے پہنچتی تو کبھی اس کا نام لے کر براہ راست اظہار نہ کرتے بلکہ ہمیشہ فرماتے کیا ہے بعض لوگوں کو کیا ہوگیا کہ ایسا ایسا کہتے ہیں(۷۶)۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپؐ کے سامنے ایک شخص کی نقل اتاری تو آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں کہ میں کسی انسان کی نقل اتاروں(۷۷) موجودہ عالم یہ ہے کہ تفریح کے نام پر دوسروں کا دلخراش استہزاء، تمسخر لطائف، کو فکاہات کے مہذب عنوان سے پیش کیا جاتا ہے اہم شخصیات کی ڈمی چینلز پر پیش کر کے دوسروں کو ہنسنے کا موقع دیا جاتا ہے حالانکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا خواہ یہ حق پر مبنی ہی کیوں نہ ہو کہ کسی کا اس طرح مذاق اڑایا جائے جس میں تحقیر کا پہلو ہو۔ الغرض بے سروپا حرکات تفریح کے نام پر کی جاتی ہیں۔

۳۔شعور و آگہی دینا:

میڈیا کا تیسرا اہم فرض قوم کو شعور و آگہی دینا ہے اس آگہی میں شامل ہے: اپنے حقوق و فرائض کا شعور، ظلم کے خلاف احتجاج کا حق، جہالت کا خاتمہ، ملکی و بین الاقوامی حالات کی سمجھ بوجھ وغیرہ۔

> "Educating the masses about their rights moral, social and religious obligations is another important function of mass media which needs no emphasis."(۷۸)

بلاشبہ میڈیا نے یہ سفر بڑی سرعت سے طے کیا ہے ماضی کی نسبت لوگوں کا شعور بہت زیادہ بیدار ہے یہ ابلاغ عامہ کا اصلاحی کردار ہے اور اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ فرد اور معاشرہ کی فکر اور طرزِ عمل میں تبدیلی آئے اور تبدیلی لانے کے سلسلہ میں اولین ضرورت صحیح و غلط اور درست و نادرست میں تمیز کا شعور پیدا کرنا ہے(۷۹) اور میڈیا بڑی حد تک اس میں کامیاب ہو رہا ہے۔ عوام کو اپنے حقوق کا ادراک ماضی کی نسبت کہیں زیادہ ہے بہت سے ایسے نکات، آئینی شقیں، قانون وغیرہ میڈیا کے ذریعہ عوام کے سامنے آ رہے ہیں جو آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے حصول کے لیے بھی مددگار ہوتا ہے۔ فرائض کا شعور بھی اُجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً اگر کوئی وبا پھیلتی ہے تو ہر فرد کو اس سے بچاؤ کے لیے کس طرح اپنی اور حکومت کی مدد کرنی چاہیے اس کی بہترین مثال پولیو کے خلاف مہم ہے، ڈینگی وائرس کا خاتمہ کے لیے عوام کو جھنجھوڑنا ہے۔ علمی اعتبار سے بھی نہایت معلوماتی، سائنسی پروگرام، دنیا میں ہونے والی ترقی، نت نئی ایجادات سے عوام کو مسلسل آگاہ کیا جاتا ہے جس سے تجسس بڑھتا ہے کچھ سیکھنے اور نیا کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے، Internet کا مثبت استعمال علم و دانش کی ایک وسیع دنیا آپ کے سامنے لا رکھتا ہے، کوئز، علمی مضامین، سوال و جواب، گفتگو، مختلف یونیورسٹیوں جیسے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کورسز پر سب تعلیم کو عام کرنے کی کوششیں ہیں۔ سیاسی معاملات پر بھی ابلاغ عامہ کے فراہم کردہ شعور و آگہی کے باعث اکثریت کے دماغ روشن ہوئے اب کسی تحریک یا خیال کی حمایت میں انہیں آسانی سے ہموار نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ استدلال سے قائل نہ کیا جائے ٹاک شوز میں ہر پارٹی اپنے مؤقف کی دلیل کے طور پر اپنی Achivements کا ذکر کرتی ہے۔ قومی سلامتی کے امور پر بحث ہوتی ہے ان تمام امور کا خلاصہ یہ ہے کہ عوام میں معاشرتی طور پر شعور و آگہی پیدا کرنے میں میڈیا

بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ انصاف کی بحالی، مظلوم کی مدد، جاہلانہ رسوم کے خلاف آواز اٹھانا (ونی، کاروکاری، بچی کی بوڑھے سے شادی وغیرہ)، جعلی پیروں عاملوں کو بے نقاب کرنا، ملکی کرپشن سے پردہ اٹھانا، بڑے بڑے مالی سکینڈل منظر عام پر لانا، میڈیا نہ صرف ان کے خلاف آواز اٹھاتا ہے بلکہ قومی زندگی میں بعض ایسے مواقع بھی آئے باطل کے مقابلہ میں ڈٹ بھی گئے چیف جسٹس آف پاکستان کی بحالی کی تحریک اس کی ایک بڑی مثال ہے۔ میڈیا کی آزادی کی وجہ سے عام انسان کے لیے ظلم کے خلاف احتجاج اور اپنا حق وصول کرنا کسی قدر ممکن ہو گیا ہے۔ لہٰذا ایک جاگیردار نے بے گناہ استاد کے منہ پر تھپڑ مارنے کی وجہ سے عدالت سے دو سال کے لیے نااہل قرار پاتی ہے۔

ذرائع ابلاغ کے اس بنیادی فریضہ کا اگر اسلام کی روشنی میں تجزیہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام تو دین ہی شعور و آگہی کا ہے۔ قرآن میں جابجا، یتفکرون، یتدبرون اور افلا تعقلون کے الفاظ یہ عکاسی کرتے ہیں کہ اسلام غور و فکر اور سوچ بچار کا حکم دیتا ہے تقاضہ کرتا ہے کہ آیات الٰہی پر غور و فکر کر کے ایمان لاؤ اندھے، بہرے اور گونگے بن کر نہیں، سوچ سمجھ کر عقل سے فیصلہ کرو اور اسی کا نام شعور و سمجھ ہے۔ معاشرتی زندگی میں اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے جان قربان کرنے والا شہید کہلاتا ہے اور ظلم کے سامنے ڈٹ جانا جہاد ہے۔ جبر و زیادتی کے مقابلہ کرنا، پوری جرأت، بے باکی اور بے خوفی سے حق کے لیے اٹھ کھڑے ہونا انتہائی قابل تحسین ہے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کون سا جہاد افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا (۸۰) اسلامی نظریہ ابلاغ یہ لازم ٹھہراتا ہے کہ لالچ، دباؤ، خوف یا مصلحت کی وجہ سے حق کو نہ چھپایا جائے بلکہ تمام دباؤ اور مصلحتوں سے بے نیاز ہو کر برائیوں کے خلاف آواز اٹھائی جائے، ظالم سے ہرگز نہ دبیں۔ حضرت سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دفعہ لمبا خطبہ دیا فرمایا ہشیار رہنا کسی کی ہیبت تمہیں اس حق بات کے کہنے سے باز نہ رکھے جو تم کو معلوم ہو یہ سن کر ابوسعید روئے اور فرمایا افسوس ہم نے ایسی باتیں دیکھیں اور ہیبت ہیں آگئے (۸۱) نبی اکرم ﷺ نے حق گوئی کی راہ میں رکاوٹ بننے والے خدشات کو دور کرتے ہوئے نہایت شاندار بات بیان فرمائی ہے کہ ''جو شخص کسی ایسی جگہ موجود ہو جہاں حق کہنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ اس سے گریز نہ کرے اس لیے کہ موت اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں آئے گی اور جو رزق اس کی قسمت میں ہے وہ اس سے محروم نہ ہوگا۔ (۸۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ذرائع ابلاغ کی روشنی میں عوام حالات حاضرہ کے معیاری، معلوماتی تجزیاتی تبصروں سے مستفید ہوتے ہیں جن میں اظہار خیال کی بہت زیادہ آزادی نظر آتی ہے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ سچ ہے کہ اطلاعات اور اطلاعات کے تجزیوں کی بھرمار نے عام آدمی کا ذہن ماؤف کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ فیصلہ دشوار ہے کہ کس کے تجزیہ کو درست اور کس کے تجزیہ کو غلط سمجھے، مواد کی کثرت نے ایک عام آدمی کی قوت تمیز اور قوت فیصلہ کو متاثر کیا ہے، جناب احسن اختر ناز لکھتے ہیں الفاظ کے ایسے تانے بانے بنے جاتے ہیں کہ عام قاری تجزیہ نگار کی ذاتی رائے کو ہی حقیقت سمجھتا ہے یا پھر ان بھول بھلیوں میں کھو جاتا ہے اخبارات اس کی رائے کو تشکیل دینے کی بجائے اس کی سنسنی، ابہام اور گومگو میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں، مذاکروں اور فورم کی روایت سے بھی جہاں مختلف پہلوؤں سے آگاہی ہوتی ہے وہاں انتشارِ فکر اور کسی ایک نظریہ کا غلبہ زیادہ محسوس ہوتا ہے(۸۳)۔ اس حوالہ سے ایک اور محل نظر امر ان ٹاک شوز میں میزبانوں کا خصوصاً اور مہمانوں کا عموماً اندازِ گفتار ہے اس میں گفتگو سے زیادہ جدال کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ فریق کو بات مکمل نہیں کرنے دی جاتی، بار بار مداخلت کی جاتی ہے۔ اسلام اس بدتہذیبی کی قطعاً اجازت نہیں دیتا بلکہ حکم دیتا ہے کہ بات نرمی اور شائستگی سے کی جائے۔ کلام سختی پر مبنی نہ ہو اور انداز دلخراش نہ ہو(۸۴)۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو جب فرعون کے پاس دعوت حق کے لیے بھیجا گیا تو رب تعالیٰ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ: ترجمہ: اور ان سے نرمی سے بات کرو۔ (طٰہٰ۲۰:۴۴) جب ان جلیل القدر انبیاء کو فرعون جیسے گمراہ انسان کے ساتھ سخت کلامی کی اجازت نہیں دی گئی تو پھر ہم ان نبیوں سے بڑھ کر مصلح نہیں اور مخاطب فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں تو ہمیں اپنے مخالفین کے سامنے سخت کلامی کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے خوش کلامی کا حکم دیتے ہیں فرمایا: وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْناً (البقرہ۲:۸۳) ترجمہ: اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا۔

آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو یہ حقیقت سمجھاتے ہوئے فرمایا: اے عائشہ اللہ تعالیٰ نرمی اور خوش خلقی کو پسند کرتا ہے، خود بھی نرم ہے اور نرمی پر دیتا ہے(۸۵)۔ اسلام ترغیب دیتا ہے کہ مخالف کی بات حوصلہ اور توجہ سے سنی جائے اور بدتہذیبی کا مظاہرہ نہ کیا جائے، قطع کلامی سے بچا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بندے کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ بات کاٹنا چھوڑ نہ دے(۸۶) دوسرے کی عزت نفس اور حفظِ مراتب کا خیال رکھا جائے۔ حجت بازی سے گریز کیا جائے اور سخت مخالفت کے باوجود بھی اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

خلاصہ کلام:

دورِ حاضر ابلاغیات کے غلبہ کا دور ہے ابلاغ عامہ کے ذرائع ۲۴ گھنٹے خبریں، تفریح اور شعور مہیا کرنے کا فریضہ ادا کرتے ہیں دنیا میں پائے جانے والے نظریاتِ ابلاغیات کے مقابلہ میں بہترین نظریہ ''اسلامی نظریہ ابلاغ'' ہے جو نہایت متوازن، مقصدیت کا حامل، نیکی کو پھیلانے اور شر کو مٹانے والا اور اپنی معاشرتی وتہذیبی اقدار کا معاون ومحافظ ہے اس کے فوائد وثمرات سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو عملاً اپنایا جائے جبکہ ہمارے قومی ذرائع ابلاغ مقصدیت کے فقدان کا شکار ہیں اپنی ثقافت واقدار کی ترویج کی بجائے دوسروں کی نقالی پر فخر کیا جاتا ہے ضروری ہے کہ ان کا قبلہ درست کیا جائے تاکہ معاشرہ درست سمت سفر کرے لیکن شعور و آگہی کے حوالہ سے ان کا کردار نہایت مثبت ہے۔ عوام الناس ماضی کی نسبت کہیں زیادہ ملیّ، علمی، سیاسی اور معاشرتی شعور کے حامل ہیں اور یہ یقیناً میڈیا کی دین ہے۔ اسلامی ابلاغیات کی اہم خوبی اس کے اخلاقی اصول وضوابط ہیں جن کی اسلام پابندی کا حکم دیتا ہے مثلاً خبر سچائی پر مبنی ہو، خبریں بنانے کے لیے ذاتی حالات کو نہ کریدا جائے، جرائم کی خبریں ڈھکے چھپے انداز میں آگے پہنچائی جائے، تفریح بامقصد، صاف ستھری ہو اور دوسروں کی تحقیر و دلآزاری کا باعث نہ بنے مزید یہ کہ جہالت کا خاتمہ ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جغرافیائی ونظریاتی تشخص کی حفاظت کی جائے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، باب ۵۴۵ حجة الوداع، حدیث نمبر ۱۵۳۰، الیمامہ دمشق بیروت ۱۹۹۰.

(۲) ابن منظور الافریقی (م۱۱۷۱ء)، لسان العرب، بذیل مادہ بلَغَ، دارصادر بیروت، ۱۹۵۵.

(۳) ابن حماد جوہری، الصحاح، بذیل مادہ بَلَغَ، دارالعلم للملایین بیروت، ۱۰۸۵.

(۴) اردو لغت، ترقی بورڈ کراچی بذیل مادہ ابلاغ۔

(۵) نفیس الدین سعدی، ابلاغ عامہ اور دورِ جدید، ص:۱۳، ڈیسنٹ پریس کراچی بار اوّل مارچ ۱۹۸۶۔

(۶) مہدی حسن، جدید ابلاغ عام، ص:۸۸، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۰۔

(۷) A New Book of Knowledge, 3:429, Grolier Incorporated Danbury, Conn.

(۸) The Oxford English Dictionary, 111:578 Clarendon Press Oxford 1989.

(۹) The Encyclopedia Americana, 7:423, Grolier Incorporated U.S.A. 1987.

(۱۰) A New Book of Knowledge, 3:429.

(۱۱) نفیس الدین سعدی، ابلاغ عامہ اور دورِ جدید، ص:۱۳

(۱۲) The Encyclopedia Brittanica "Communication",Marcropaedia, Encylopaedia Brit-Inc,U.S.A,15th 2005.

(۱۳) مہدی حسن، جدید ابلاغ عام، ص:۲۲۵۔

(۱۴) صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص:۳۴۳، المکتبۃ السلفیۃ لاھور

(۱۵) صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص۴۲۱۔

(۱۶) محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر، فقہ عمر، مترجم ساجد الرحمٰن صدیقی، ص:۶۶۱، ادارہ معارف اسلامی،

منصورہ لاہور، جنوری ۱۹۹۰ء۔

(۱۷) عبدالسلام خورشید، فن صحافت، ص:۲۴۷، مکتبہ کارواں لاہور۔

(۱۸) مسکین حجازی، پاکستان میں ابلاغیات ترقی وسائل، ص:۱۲۳، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۰ء۔

(۱۹) مقالہ نثار احمد زبیری، پاکستان ذرائع ابلاغ عامہ پر ایک نظر، مجلّہ ابلاغیات، طاہر مسعود، ص:۱۹۱، ادارہ ابلاغیات جامعہ کراچی ۱۹۸۶ اشاعت اول۔

(۲۰) النجار، فہمی قطب الدین، مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات، (م) ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی، ص:۳۷، ادارہ معارف اسلامی لاہور، طبع اول فروری ۱۹۹۲ء۔

(۲۱) مسکین حجازی، پاکستان میں ابلاغیات ترقی وسائل، ص:۸۱۔

(۲۲) مقالہ تسنیم قریشی، قائداعظم اور پریس، مجلّہ ابلاغیات، طاہر مسعود، ص:۲۹۔

(۲۳) مسکین حجازی، پاکستان میں ابلاغیات ترقی ومسائل ص:۱۰۴۔

(۲۴) مسکین حجازی، پاکستان میں ابلاغیات ترقی ومسائل ص:۱۰۳۔

(۲۵) مسکین حجازی، پاکستان میں ابلاغیات ترقی ومسائل ص:۱۰۰۔

(۲۶) احسن اختر ناز، صحافتی ذمہ داریاں، ص ۲۷۔

(۲۷) امام غزالی، ابو حامد محمد، احیاء العلوم الدین، مترجم مولانا ندیم الواجدی، ۲:۴۸۶، دارالاشاعت کراچی۔

(۲۸) علامہ راغب الطباخ، تاریخ افکار و علوم اسلامی، مترجم مولانا افتخار احمد بلخی، مقدمہ، ص:۲، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ لاہور مارچ ۲۰۰۶ء۔

(۲۹) علامہ راغب الطباخ، تاریخ افکار وعلوم اسلامی مترجم مولانا افتخار احمد بلخی، مقدمہ، ص:۱۔

(۳۰) الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ). صحیح سنن الترمذی، کتاب البروالصلة، حدیث نمبر ۲۰۰۷، القتبة اسلامیه بیروت ۱۹۸۸

(۳۱) M. A. Mughal, Violance and the Media, http://themnews.com.

(۳۲) الجصاص (م ۳۷۰ھ)، احکام القران، ۳:۲۵، سهیل اکیڈمی لاهور.

(۳۳) شبلی نعمانی/سلیمان ندوی، سیرت النبی، ۲:۲۰۷، الفیصل ناشران لاہور ۱۹۹۱ء۔

(۳۴) قطب شهید سید، فی ظلال القران، ۱:۷۸، احیاء التراث العربی بیروت لبنان، الطبعة السابعة ۱۹۷۱.

(۳۵) مفتی محمد شفیع، معارف القران، ۱:۱۴۹، ادارۃ المعارف کراچی۔

(۳۶) ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) سنن ابی داؤد، کتاب الادب یاب فی المعاریض، حدیث نمبر ۴۹۷۱، دارالفکر بیروت.

(۳۷) قطب شهید سید، فی ظلال القرآن، ۱۵ :۳۵.

(۳۸) صحافت اور اس کی شرعی حدود، ص:۳۶، ادارہ اسلامیات لاھور، اگست ۲۰۰۳۔

(۳۹) الجصاص، احکام القران، ۳:۳۹۸.

(۴۰) قطب شهید سید، فی ظلال القران، ۱۳، ۵۲۶.

(۴۱) ابو داؤد، سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب التشدید فی الکذب، حدیث نمبر ۴۹۹۲.

(۴۲) قطب شهید سید، فی ظلال القران ۱۳ : ۵۲۷.

(۴۳) ابو داؤد، سنن ابی دائود کتاب الادب باب فیما یُرویٰ من الرّخصة فی ذلک، حدیث نمبر ۴۹۸۸.

(۴۴) الجصاص، احکام القران، ۳:۲۰۴.

(۴۵) مفتی محمد شفیع، معارف القران، ۵:۱۷۴۔

(۴۶) النجار فہمی قطب الدین، مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات، ص:۲۶۔

(۴۷) مودودی، ابوالاعلیٰ سید، تفہیم القران، ۵:۸۸، ترجمان القران لاھور۔

(۴۸) ابوداؤد، سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب فی الغیبة حدیث نمبر ۴۸۸۰.

(۴۹) ابو داؤد، سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب فی التجسس حدیث نمبر ۴۸۸۹.

(۵۰) ابو داؤد، سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب فی التجسس، حدیث نمبر ۴۸۹۰.

(۵۱) ابو داؤد، سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب فی الظن حدیث نمبر ۴۹۱۷.

(۵۲) مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الزهد، باب النهی عن هتک الانسانی ستر نفسه.

(۵۳) البخاری، الجامع الصحیح، باب نمبر ۲۱۲ قول الله تعالیٰ ان الله یامر بالعدل والاحسان، حدیث ۱۰۰۰.

(۵۴) مسکین علی حجازی ڈاکٹر، جرائم کی خبریں اور اخبار کی اخلاقی ذمہ داریاں (خلاصہ مقالہ)، مجلّہ ابلاغیات، طاہر مسعود۔

(۵۵) ذرائع ابلاغ عامہ، رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۱۹۸۲ء، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد۔

(۵۶) مفتی محمد شفیع، احکام القران، ۳:۱۹۵، ادارة القران و العلوم الاسلامیه پاکستان کراچی طبعة اول ۱۹۸۷ء.

(۵۷) المتقی الهندی، علی بن حسام الدین، کنزالعمال فی السنن، والاقوال، ۱۵:۲۱۱، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۸ .

(۵۸) البخاری، الجامع الصحیح، باب نمر ۱۰۱ السَّبْقِ بین الْخَیْلِ حدیث نمبر ۱۳۲ .

(۵۹) المنذری، زکی الدین امام حافظ، (م۶۵۶ھ) الترغیب الترهیب، کتاب الجهاد، احیاء التراث العربی بیروت۱۹۸۸ .

(۶۰) ابو دائود، سنن ابی دائود، کتاب الجهاد، باب فی السبق حدیث ۲۵۷۸ .

(۶۱) البخاری، الجامع الصحیح، باب نمبر ۱۲۲ التحریض علی الرّمی حدیث نمبر ۱۶۰ .

(۶۲) بحوالہ النجار فہمی قطب الدین، مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات، ص:۴۲۔

(۶۳) صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص۱۲۱۔

(۶۴) علامہ راغب اصفہانی، م۵۰۲ھ، المفردات، ص:۴۵۰، مطبوعہ ایران.

(۶۵) القرطبی، الانصاری محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع الاحکام القران، ۱۳:۸۰، بیروت ۱۹۸۸ .

(۶۶) قطب شهید سید، فی ظلال القران، ۲۱:۶۶.

(۶۷) مفتی محمد شفیع، معارف القران، ۷:۲۰۔

(۶۸) الجصاص، احکام القران، ۳:۳۳.

(۶۹) امام غزالی، احیاء العلوم الدین، ۳:۱۹۶۔

(۷۰) مفتی محمد شفیع، معارف القران، ۵:۳۸۰۔

(۷۱) ابو داؤد، کتاب الادب، فی حسن المعشرة، حدیث نمبر ۴۷۹۲.

(۷۲) شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، ۶:۵۰۔

(۷۳) مودودی ابوالاعلیٰ (م ۱۹۷۹ء)، تفہیم القرآن، ۵:۸۵۔

(۷۴) صفی الرحمٰن مبارکپوری، المختوم، ص:۶۱۶۔

(۷۵) ابو داؤد، سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب فی الغیبة حدیث نمبر ۴۸۷۹.

(۷۶) ابوداؤد، سنن ابی دائود، کتاب الادب فی حسن العشرة، حدیث نمبر ۴۷۸۸.

(۷۷) ابو داؤد، سنن ابی دائود، کتاب الادب، باب فی غبية حدیث نمبر ۴۸۷۵.

(۷۸) M. A. Mughal, Violance and the Media, http://themnews.com.

(۷۹) مسکین حجازی، پاکستان میں ابلاغیات ترقی و مسائل، ص:۸۲۔

(۸۰) النسائی، عبدالرحمن احمد بن شعیب (م ۳۰۳ھ)، صحیح سنن النسائی، السیعة، فصل من تکلم بالحق عند امام جابر، المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۸.

(۸۱) شبلی نعمانی/ سیرت النبی، سیرت النبیﷺ، ۶:۲۸۲۔

(۸۲) امام غزالی، احیاء العلوم الدین، ۲:۴۹۲۔

(۸۳) حسن اختر ناز، صحافتی ذمہ داریاں، ص:۴۱۔

(۸۴) صحافت اور اس کی شرعی حدود، ص:۲۱۔

(۸۵) مسلم بن حجاج الجامع الصحیح، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق۔

(۸۶) امام غزالی، احیاء العلوم الدین، ۳:۱۸۷۔